

١٣٠٥ هـ

صیقل الرین

عن أحكام مجاورة الحرمین

شیخ الإسلام إمام أهل السنة والجماعة العلامة المجدد

الإمام أحمد رضا خان الحنفی القادری البریلوی

١٢٧٢ - ١٣٤٠ هـ

RIDAWI

رضا

PRESS

ضروری نوٹ



فتاویٰ رضویہ شریف کا دوسرا ایڈیشن علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ حافظ عبدالستار سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن لاہور نے 30 ضخیم جلدوں میں شائع کیا تھا جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے 206 رسائل بھی شامل کر دئے گئے تھے۔ اس مطبوعہ فتاویٰ کا مصورہ یعنی ڈیجیٹل Digital نسخہ (PDF) بھی بعض حضرات کی کاوشوں سے انٹرنیٹ پر فراہم کر دیا گیا ہے۔ اسی PDF سے یہ رسالہ ماخوذ ہے اور **رضوی پریس** نے محض اخراج کا کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام علماء کرام اور ان کے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ فتاویٰ رضویہ کا جدید ایڈیشن منظر عام پر آیا۔ دعاؤں کے حقدار وہ حضرات بھی ہیں جن کے مساعی جیلہ کے سبب فتاویٰ مبارکہ کے (PDF) تک ہر خاص و عام کی رسائی ہوئی جزا ہم اللہ احسن الجراء

صیقل السرائین عن احکام مجاورۃ الحرمین

۱۳

۵

۵

(حرمین شریفین میں سکونت کے احکام سے متعلق شبہات کا ازالہ)

مسئلہ ۳۰۰ از گورکھ پور محلہ گھوسی پورہ مسئلہ مولانا مولوی حکیم عبداللہ صاحب ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

اے علماء کرام (اللہ تم پر رحمت فرمائے) اس مکلف کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جس کے ایسے والدین اور ذو بیٹیاں ہیں جو معاشی اعتبار سے اس شخص کی محتاج نہیں، اس شخص کے لیے زادراہ اور سواری وغیرہ بھی ہو، اور وہ چاہتا ہے کہ وہ تنہا حرمین شریفین (اللہ تعالیٰ ان کے شرف و عظمت میں اور اضافہ فرمائے) ہجرت کر جائے کیونکہ وہ تمام کے خرچہ کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ بھی گمان رکھتا ہے کہ اگر ان

ما قولکم رحمکم الله تعالى في رجل مكلف له ابوان وبنات صغيرتان لا يفتقرون اليه في المعاش وله نراد وراحلة يريدان يهاجر وحدة الى الحرمين الشريفين نرادهما الله شرفا و تعظيما و ذلك لانه لا يجد مالا يسع نرادهم جميعا و يظن انه لو استجازهم في الهجرة لا يجيزوه اصلا في هل تجوز له الهجرة بحكم الشرع ام لا بينوا بسند

الكتاب والعبارة توجردا يوم الحساب
بالبشارة -

مذکورہ افراد سے ہجرت کی اجازت چاہے گا تو وہ اجازت
نہیں دیں گے ایسی صورت میں اس کے لیے شرعاً

ہجرت جائز ہے یا نہیں؛ کتاب و سنت کی روشنی میں واضح فرمادیں، اللہ تعالیٰ تمہیں یوم قیامت اجب
عطا فرمائے گا۔ (ت)

الجواب

اے اللہ حق و صواب کی توفیق عطا فرما، حمد ہے اللہ
کے لیے جو ذات و صفات میں لا شریک ہے، صلوة
و سلام ہو اس ذات پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں اور
مکرم و محترم آل و اصحاب پر۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک اعظم واجبات اور اہم
عبادات میں سے ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ
نے ان کی شکرگزاری کو اپنے شکر یہ کے ساتھ متصل
فرماتے ہوئے یہ حکم دیا "میرے شکر گزار بنو اور اپنے
والدین کے" اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
والدین کے ساتھ نیکی کو اللہ کی راہ میں جہاد سے
افضل قرار دیا ہے۔ امام احمد، بخاری، مسلم،
ابوداؤد، نسائی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا، اللہ تعالیٰ کے
ہاں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا، وقت
پر نماز میں نے عرض کیا، اس کے بعد کون سا عمل
ہے؟ فرمایا، والدین کے ساتھ حسن سلوک عرض
کیا، اس کے بعد؟ فرمایا، اللہ کی راہ میں جہاد۔

اللهم هداية الحق والصواب الحمد لله
وحدة والصلوة والسلام على من لا نبى
بعده وعلى آله وصحبه المكرمين عنده.

بروالدين من اعظم الواجبات واهم
القربات حتى قرن المولى سبحانه وتعالى
شكرهما بشكرا اذا مر عزم من امرات
اشكرى ولو الديق وقد فضله النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم على الجهاد
في سبيل الله (اخرج) احمد والشيخان
وابوداؤد والنسائي عن عبد الله
بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
قال سألت رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم اى العمل احب
الى الله قال الصلوة على وقتها،
قلت ثم اى، قال بروالدين، قلت
ثم اى، قال الجهاد في
سبيل الله، قلت، وليس

البرائ لا تعصيهما اذا صرحا بشئ
وتخالفهما في ماسوى ذلك ولكن
البرائ لا تأق ما يكرهانه وان
لم يخاطباك فيه بشئ فان الطاعة
والامرضاء كلاهما واجبان و
المعصية والا سخط جميعا محرمان
وهذان اعنى السخط والرضا لا يختصان بما
تقدما فيه بصريح البيان كما لا يخفى-

وحسبك ما اخرج الترمذى وابن
جان والحاكم وصححه والطبرانى
عن عبد الله بن عمرو، والبزار عن
عبد الله بن عمر رضى الله تعالى
عنهم انه صلى الله تعالى عليه وسلم
قال رضى الرب فى رضى الوالد
وسخط الرب فى سخط الوالد،
ولفظ البزار الوالد فى الموضوعين
وقد اشار النبى صلى الله تعالى عليه
وسلم من اراد الجهاد والهجرة
اليه صلى الله تعالى عليه وسلم
ان يرجع فيخدم ابويه وليس فى
الحديث انهما كانا مفتقرين اليه
اخرج احمد والستة الا ابن ماجه

میں کہتا ہوں نیکی ان کے ساتھ یہ نہیں کہ ان کے حکم
صریح کی تو نافرمانی نہ کی جائے اور اس کے علاوہ میں ان
کی مخالفت کی جائے، ہاں نیکی یہ ہے کہ کسی معاملہ میں
بھی انھیں پریشان نہ کیا جائے اگرچہ وہ اولاد کو کسی
معاملہ کا حکم نہ دیں، کیونکہ طاعت اور راضی کرنا دونوں
واجب ہیں اور نافرمانی اور ناراض کرنا دونوں حرام ہیں
اور یہ ناراض اور راضی کرنا ان کے صریح حکم کے ساتھ
ہی مخصوص نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں۔

اس پر دلیل یہ روایت ہی کافی ہے کہ امام ترمذی،
ابن جان، حاکم (انھوں نے اسے صحیح کہا ہے)
اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے اور بزار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ
تعالیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ
رحمة للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،
رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی
والد کی ناراضگی میں ہے۔ مسند بزار میں دونوں مقامات
پر والد کی جگہ والدین کا لفظ ہے۔ کچھ لوگوں نے
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جہاد
اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رہنے کی اجازت
چاہی آپ نے انھیں والدین کی خدمت کا حکم دیا۔
ان احادیث میں یہ کہیں تصریح نہیں کہ والدین ان
کی خدمت کے محتاج تھے۔ امام احمد، ابن ماجہ

۱۲/۲ امین کمپنی دہلی لے جامع الترمذی باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین
۳۲۲/۳ مصطفیٰ البابى مصر لے الترغیب والترہیب بحوالہ البزار کتاب البر والصلۃ

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، و مسلم وغیرہ
عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،
قال جاء رجل الى النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم فاستاذنه في الجهاد فقال
احي والداك ، قال نعم ، قال
ففيهما فجاهد ليه

قلت ولا اقول ان مجرد عدم
الذكر ذكر الغدم ، حتى ترجع تقول
واقعة حال فلا شمول ، فما يدريك
لعلهما كانا مفتقرين اليه ، وانما
اقول ان السائل لم يبين ، والنبي
صلى الله تعالى عليه وسلم
لم يستبين ، فترك السؤال دليل
الارسال -

واخرج مسلم في رواية له عن
ابن عمر ورضي الله تعالى عنهما قال
اقبل رجل الى رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم فقال ابايك على
الهجرة والجهاد ابغى الاجرم
الله تعالى ، قال فهل من
والديك احد حي ،

کے علاوہ ائمہ ستہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن
عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ، اور مسلم اور دیگر محدثین
نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جہاد پر
جانے کی اجازت چاہی ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے پوچھا : کیا تیرے والدین زندہ ہیں ؟ عرض
کی : ہاں ۔ فرمایا : جاؤ ان کی خدمت میں محنت کرو ۔
میں کہتا ہوں میں یہ نہیں کہہ رہا کہ محض عدم ذکر
ذکر عدم ہے ، حتیٰ کہ یہ اعتراض ہو کہ یہ تو ایک مخصوص
واقعہ ہے جس کا حکم عام نہیں ، کیا علم کہ وہ والدین
محتاج خدمت ہوں ، میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ سائل
نے ان کی محتاجی بیان نہیں کی اور نہ ہی رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل پوچھی ۔
سوال کا نہ کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ محتاج ہونا
ضروری نہیں ۔

امام مسلم نے ایک روایت میں حضرت عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ایک
شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت
اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا : آقا ! میں اللہ تعالیٰ
سے اجر و ثواب کی خاطر ہجرت اور اللہ کی راہ میں
جہاد کے لیے آپ کے دست اقدس پر بیعت چاہتا ہوں
آپ نے پوچھا : تیرے والدین میں سے کوئی ایک

کے صحیح مسلم

باب بر الوالدین

قدیمی کتب خانہ کراچی

۲/۱۳

زندہ ہے؛ عرض کیا: ہاں بلکہ دونوں زندہ ہیں، فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے ثواب و اجر چاہتا ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: والدین کے پاس جاؤ اور ان کی خوب خدمت کرو۔

امام ابو داؤد نے اسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں روایت ذکر کی ہے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ کے پاس ہجرت پر بیعت کے لیے آیا ہوں اس حال میں کہ میں والدین کو روتے ہوئے چھوڑ آیا ہوں، فرمایا: ان کی خدمت میں واپس جاؤ اور اس طرح خوش کرو جیسے تم نے انھیں رلایا ہے۔

انھوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: یمن میں تیرا کوئی عزیز ہے؟ عرض کیا: میرے والدین ہیں، فرمایا: انھوں نے تجھے اس بات کی اجازت دی ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: ان کی خدمت میں جا کر اجازت طلب کرو اگر تجھے اجازت دے دیں تو جہاد پر جاؤ اور اگر اجازت نہ دیں تو والدین کی خدمت کرو۔

قال نعم بل كلاهما حي ، قال فتبتغى الاجر من الله تعالى ، قال نعم ، قال فارجع الى والديك فاحسن صحبتتهما .

واخرج ابو داؤد عنده رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ جاء رجل الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال جئت ابايعك على الهجرة وتركت ابوي يبيكان ، قال فارجع اليهما فاحكهما كما ابكيتهما .

واخرج ايضا عن ابى سعيد الخدرى رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلا هاجر من اليمن الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ، فقال هل لك احد باليمن ، فقال ابواى ، قال اذنا لك ، قال لا ، قال فارجع اليهما فاستاذنهما فان اذنا لك فجاهد والافبرهما .

۳۱۳/۲

قدیمی کتب خانہ کراچی

باب بر الوالدین

۱ صحیح مسلم

۳۲۲/۱

آفتاب عالم پریس لاہور

کتاب الجہاد

۲ سنن ابو داؤد

۳۲۲-۲۳/۱

" " "

"

۳ " "

نسائی، ابن ماجہ، حاکم (اور کہا یہ شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے) اور طبرانی نے سندِ حجت کے ساتھ حضرت معاویہ بن جہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت جہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں آپ کی خدمت میں مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا: تمہاری والدہ ہیں؟ عرض کیا: ہیں۔ فرمایا: پس ان کی خدمت کرو کیونکہ جنت ان کے قدموں میں ہے۔

اور طبرانی میں روایت کے الفاظ یہ ہیں حضرت جہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر جہاد کے لیے مشورہ طلب کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ میں نے عرض کیا: زندہ ہیں۔ فرمایا: ان کی خدمت کو لازم جانو کیونکہ جنت ان کے قدموں میں ہے۔

طبرانی نے حضرت طلحہ بن معاویہ السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اللہ کی راہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرمایا: تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ عرض کیا: ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے قدموں میں

واخرج النسائی وابن ماجة وحاكم وقال صحيح على شرط مسلم، والطبرانی باسناد جيد، عن معاوية بن جاهمة ان جاهمة رضى الله تعالى عنه جاء الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال يا رسول الله اريد ان اغزو وقد جئتك استشيرك، فقال هل لك من ام، قال نعم، قال فالزمها فان الجنة عند رجليها۔

ولفظ الطبرانی قال اتيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم استشيرة في الجهاد، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لك والدان، قلت نعم، قال الزمهما فان الجنة تحت ارجلهما۔

واخرج هذا عن الطبرانی عن طلحة بن معاوية السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال اتيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقلت يا رسول الله اني اريد الجهاد في سبيل الله، قال امك حية؟ قلت نعم، قال النبي صلى الله تعالى وسلم الزم

سرجلیہا فثم الجنة لہ

فهذه فتوى النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم في الهجرة الى المدينة
ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
بين اظهرهم فكيف بجوار احد الحرمين
بعد وفاة سيد الكونين صلى الله تعالى
عليه وسلم فانظر كيف امرهم ان
يرجعوا ويلزموا السجد ابائهم وامهاتهم
وانظر كيف امرهم لم يستاذن ان
يرجع فليستاذن وانظر كيف هدى
من اتى وتركهما بيكيات ان
يضحكهما كما ابكاهما وانت اذا
علمت انهما لا ياذنان ان
استاذنت فقد علمت
انهما لا شد حزنا و
وجداء بك ان فارقت وما
اذنت فاياك ثم اياك ان تركهما
وهما بيكيات.

وهذا خير التابعين بشهادة
سيد العالمين صلى الله تعالى عليه

رہو، وہیں جنت ہے۔

یہ مدینہ کی طرف ہجرت کے بارے میں رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت کا فتویٰ ہے جب آپ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان ظاہری حیثیت
کے ساتھ تشریف فرما تھے اب سید کونین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے وصال کے بعد حرمین میں سے کسی ایک میں
جانے کا حال کیا ہوگا! ذرا غور تو کیجئے کہ آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو اپنے آباء اور امہات کی
خدمت میں لوٹنے کا کس انداز میں حکم دیا ہے۔ یہ ملاحظہ
بھی کیجئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص
کو کیا حکم دیا جو والدین سے اجازت لیے بغیر آیا تھا
کہ واپس جاؤ اور اجازت لو۔ اس پر بھی توجہ کیجئے کہ
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کی کتنی پیاری
رہنمائی فرمائی جو اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا تھا
کہ جاؤ ان کو اسی طرح بناؤ جس طرح انھیں روایا ہے۔
جب آپ نے یہ سب کچھ پڑھ لیا تو اب صورت نہ کرو
میں اگر والدین سے اجازت مانگے ووا اجازت نہیں
دے رہے تو واضح بات ہے کہ وہ تمھاری جدائی پر
سخت پریشان و غمگین ہوں گے جسی تو وہ آپ کو اجازت
نہیں دے رہے تو اب روتے ہوئے چھوڑ کر جانا
ہرگز بہتر گزار نہیں۔

آئیے ایک ایسی شخصیت کا عمل پڑھتے ہیں جن کے
بارے میں امام مسلم نے اپنی تصحیح میں نذرت عرضی ات

لہ المعجم الكبير

حدیث ۸۱۶۲

المکتبۃ الفیصلیہ بیروت

۳۰۲

تعالیٰ عنہ سے اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
الکریم سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تابعین میں افضل
شخصیت ہے یعنی ولی اللہ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ، انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خدمت اقدس میں آکر اعلیٰ و افضل مقام حضور نبی
پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت پانے سے مانع
فقط والدہ کی خدمت اور حسن سلوک ہی تھا۔ اب ذرا
سوچئے اس عمل کا کیا مقام ہے جسے لوگوں نے ہجرت
کا نام دے رکھا ہے حالانکہ یہ ہرگز ہجرت نہیں،
ہجرت تو حقیقتہً گناہوں کا چھوڑنا ہے، ہم ربِ قلوب
سے اسکی توفیق کے طلبگار ہیں۔

بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان وہ ہے
جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ ہو اور
مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑے جن سے اللہ تعالیٰ
نے منع فرمایا ہے۔

اور اخوالعجم نے کیا خوب کہا ہے:
اگر تو یمن میں ہے اور میرے تصور میں تو میرے سامنے ہے اور
اگر تو میرے سامنے ہے لیکن میرے تصور میں نہیں تو تو یمن میں ہے۔
کسی اور شاعر نے بھی یہی بات یوں کہی ہے:

وسلم المرابۃ من طریق عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ، عند مسلم فی صحیحہ
ومن حدیث علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
عند الحاکم بسند صحیح، اعنی ولی اللہ
سیدنا اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
منعته خدمة امه والبر بها ان
یاتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ویتشرف بذاك الشرف الالهم
الاعظم، هو صحبة نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
فما ظنک بهذا الذی لسمیہ الناس ہجرة وما هو ہجرة
وانما الہجرة ہجران الذنوب، نسأل توفيقه
من رب القلوب۔

اخرج البخاری و ابوداؤد والنسائی
عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ
والمہاجر من ہجر ما نہی اللہ تعالیٰ
عنه۔

وما احسن ما قال اخوالعجم
مگر در یمنی و بامنی پیش منی
ورپش منی و بے منی در یمنی
و هو معنی ما قال آخر:۔

۳۱۱ / ۲

قدیمی کتب خانہ کراچی

باب من فضائل اویس قرنی

۴۰۳ / ۳

دار الفکر بیروت

مناقب اویس قرنی

۶ / ۱

قدیمی کتب خانہ کراچی

باب من سلم المسلمون من لسانہ

صحیح مسلم

المستدرک للحاکم

صحیح بخاری

بہت سے دُور رہنے والے مراد پالیتے ہیں اور
بہت سے قریب رہنے والے محروم و نامراد مرتے ہیں۔
سیدی عارف باللہ ابو محمد المرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں :

بہت سے لوگ ہمارے ساتھ رہتے ہوئے
بھی ہمارے ساتھ نہیں اور بہت سے ہم سے دُور
ہیں مگر ہمارے ساتھ ہوتے ہیں اھ

جس پر شیطان کے وساوس مخفی ہوں اس انسان
پر شر و خیر میں القباس ہو جاتا ہے اور شیطان اسے
حسنات سے سیئات کی طرف لے جاتا ہے اور اس
بات سے باعمل علماء ہی آگاہ ہو سکتے ہیں ، اسی
وجہ سے بغیر دین فہمی کے عبادت کرنے والے کی مذمت
آئی ہے اور ایسے عابد کی اس حدیث میں بُری مثال
بیان ہوئی جو ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت واثلہ
بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔
یہ اس سے سخت ہے جسے ترمذی اور ابن ماجہ نے
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان
کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ
سخت ہے۔

ہجرت کا ارادہ کرنے والا اگر یہ جان لے کہ

و کم من بعید الدار نال مرادۃ
و کم من قریب الدار مات کئیبا
و کان سیدی العارف باللہ ابو محمد
المرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ یقول :
کم من ہو معنا و لیس ہو معنا و
کم من ہو بعید عنا و ہو
معنا اھ۔

و من اخفی وساوس الشیطان تلبس
الشر بالخیر علی الانسان ، فیذهب
به علی السیئات من باب الحسنات ، و
لا یعرف ذلك الا العلماء العاملون و لذا
ورد ذم المتعبد بغیر فقه و ضرب له
مثل سوء فی حدیث عند ابی نعیم
فی حلیة الاولیاء عن واثلہ بن
اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
و هذا شر ما اخرج الترمذی و ابن ماجہ
عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم قال
فقیہ واحد اشد علی الشیطان من
الف عابد۔

فہذا الذی یرید الہجرة

۲۱۹/۵

دار الکتاب العربی بیروت

۹۳/۲

امین کمپنی دہلی

ترجمہ ۳۱۸ خالد بن معدان

باب ماجاء فی فضل الفقه

۲ حلیة الاولیاء

۳ جامع الترمذی

لو علم ما في احزان الوالدين وادخال
الغم عليهما لما ارادها كما وردت
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، انه
قال لو كان جريح الراهب فقيها عالما
لعلم ان اجابة دعاء امه اولى من عبادة
ربه اخبره الحسن بن سفين في مسنده
والحكيم المولى الترمذى في نوادره وابن
قانع في معجمه، والبيهقى في شعب الايمان عن شهر بن
حوشب عن حوشب بن يزيد عن النبي صلى الله عليه وسلم.
فهذا الحديث وان بغيت الفقه
فقد نقل العلامة البحر في البحر الرائق
تفصيلاً برخصة ونهى في مسألة حج الولد
بلاذن الوالد ثم قال هذا اكله في حج الفرض
اما حج النفل فطاعة الوالدين اولى مطلقاً
كما صرح به في الملتقط اه نقله العلامة
ابن عابد بن في رد المحتار.

قلت فاذا كان هذا حكمهم في
الحج وانت تريد القول فكيف وانت
عازم ان لا ترجع وقد وضع في
الهندية ضابطه حسنا
في امثال هذه المسائل

والدين کو پریشان کرنے میں کیا سزا ہے تو ہجرت کا
ارادہ ترک کر دے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے ہے کہ جریح راہب فقیہ و عالم ہوتا تو
اسے معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے والدہ
کے بلاوے کا جواب اولیٰ ہے۔ حسن بن سفین
نے مسند میں، حکیم ترمذی نے نوادر میں، ابن قانع
نے معجم میں اور بیہقی نے شعب الايمان میں شہر بن
حوشب سے، انھوں نے حوشب بن یزید سے،
انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔
یہ تو احادیث تھیں، باقی رہے فقہاء، تو
علامہ البحر نے بحر الرائق میں تفصیلاً رخصت کی تفصیل
تحریر کی، اور جبکہ اجازت والد کے بغیر اولاد کو حج
کرنے سے منع کیا، پھر فرمایا یہ تمام بحث حج فرض میں
رہا نفل حج، تو اس میں اطاعت والدین ہر حال
میں اولیٰ ہے، جیسا کہ ملتقط میں ہے اھ اسے
علامہ ابن عابد بن نے رد المحتار میں نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ انھوں نے حج کے بارے میں
حکم دیا ہے جس میں تو واپس کوچ کا ارادہ رکھتا
ہے، یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے جبکہ تو واپس نہ ہونیکا
رکھتا ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ایسے مسائل کے بارے
میں بہت عمدہ ضابطہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے

ص ۱۵۲

دارصادر بیروت

الاصل السابع عشر والمائة

لہ نوادر الاصول

۱۹۵/۶

دارالکتب العلمیہ بیروت

باب فی بر الوالدين

شعب الايمان

۳۰۹/۲

ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی

کتاب الحج

لہ بحر الرائق

کہ بالغ اولاد کو فی دینی یا دنیوی ایسا کام نہ کرے جو والدین کے لیے غیر مضر اور ناپسند ہو، اور اگر ضروری ہو تو والدین سے اجازت لینا ضروری ہوگا اھ یعنی اگرچہ نقصان دہ نہ بھی ہو تب بھی والدین کی اجازت کے بغیر چارہ نہیں۔ یہ تو مسئلہ کا حکم تھا لیکن مجھے اس میں کلام نہیں ہے اور جبکہ میں یہ کہتا ہوں کہ مجاورت اس صورت میں بھی جائز نہیں جبکہ والدین اجازت دیں تو اس وقت کیسے جائز ہوگی جب اسے پسند نہ کریں اور اس پر پریشان ہوں، اور یہی امام صاحب کا قول ہے، محتاط اور خائف اہل علم نے آپ کے اسی قول کو اختیار کیا ہے جیسا کہ شامی میں احیاء سے ہے، مجمع وغیرہ میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ قول دلیل کے اعتبار سے قوی، تاویل کے لحاظ سے احسن، اعتماد کے لحاظ سے اصح اور قیل و قال کے لحاظ سے معتدل ہے، اور کسی حنفی کے لیے یہ اجازت نہیں کہ وہ آپ کے قول کو ترک کرے کسی دوسرے مثلاً صاحبین کے قول پر عمل کئے ہاں اس صورت میں جائز ہوتا ہے جب آپ کے قول کی دلیل واضح طور پر کمزور ہو یا آپ کے قول کی مخالفت کی اشد ضرورت درپیش ہو، حتیٰ کہ دو عظیم فاضل اہل علم مولانا زین بن نجیم مصری اور شیخ خیر الدین رملی نے تصریح کی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل اور فتویٰ دیا جائے گا، اس سے صاحبین یا کسی اور کے

حيث قال الابن البالغ يعمل عملاً لا يضر فيه ديناً ولا دنياً بوالديه وهما يكرهانه فلا بد من الاستئذان فيه اذا كان له منه بد اھ فقد حكم ان لا مجيد من الاستئذان وان لم يكن بهما ضرر اصلاً فيما اراد، فهذا حكم المسئلة كما ترى، و ما لي التكلّم في هذا وذاك ولكن اقول ان المجاورة لا تخل من اصلها وان اذن الابوان فكيف اذا كرها و حزنا بها هذا هو قول الامام وبقوله قال الخائفون المحتاطون من العلماء، كما في الشامى عن الاحياء، و به جزم في المجمع وغيره۔

قلت وهو الاقوى دليلاً والاحسن تاويلاً والاصح تعويلاً والاقوم قيلاً وليس لحنفى ان يجتاز من قوله ويختار قول غيره كصاحبيه مثلاً الا لضعف بين في دليله او ضرورة تدعو الى مخالفة قبيله، حتى صرح الفاضلان العلامتان مولانا زين بن نجيم المصرى والشيخ خير الدين الرملى، انه لا يعمل ولا يفتى الا بقوله رضى الله تعالى عنه ولا يعدل عن قوله الى قولهما

له فتاوى ہندیہ کتاب الکرہیۃ الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۵

قول کی طرف اعراض کی اجازت نہیں البتہ اس صورت میں جو مذکور ہے اگر یہ کچھ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ بحر کے باب الصلوة میں اور فتاویٰ خیرہ کے باب الشهادات میں حالانکہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے وہ جب حج سے فارغ ہوتے تو لوگوں میں دورہ کرتے اور فرماتے، اے اہل یمن! یمن چلے جاؤ، اے اہل عراق! عراق چلے جاؤ، اے اہل شام! اپنے وطن شام لوٹ جاؤ تاکہ تمہارے ذہنوں میں تمہارے رب کے گھر کی رعیت خوب قائم رہے۔

میں کہتا ہوں یہ اس دور کی بات ہے جب صحابہ یا تابعین تھے جو نہایت مودب اور نہایت ہی احترام و اکرام کرنے والے تھے، ہمارے اس دور کا کیا حال ہوگا! اللہ تعالیٰ ہی اصلاح و احوال کی توفیق دے۔ امام دارالہجرت، عالم مدینہ حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ آپ کو مجاورت محبوب ہے یا لوٹنا، فرمایا سنت یہ ہے کہ حج کیا جائے پھر واپس ہو، جیسا کہ علامہ محمد عبد ریی نے مدخل میں ذکر کیا ہے۔

او قول احدھا الا لضرورة وان صرح المشائخ بان الفتوى على قولهما كما في صلوة البحر وشهادات الخيرية وهذا امير المؤمنين عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کان اذا فرغ من حجه يبدور في الناس و يقول يا اهل اليمن يمينكم ويا اهل العراق عراقكم ويا اهل الشام شامكم، فانه اهيب لبیت سربكم في اعينكم، او كما يقول رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قلت وكات هذا والناس انما هم صحابة او تابعون وهم ما هم من غاية الادب ونهاية الاجلال، فما بال اهل الزمان اهل كيت وذيت، والله المستعان لاصلاح الاحوال، و قد سئل امام دار الهجرة، عالم المدينة مالك بن انس رحمه الله تعالى ايما احب اليك المجاورة او القفول فاجاب ان السنة الحج ثم القفول كما نقله العلامة محمد العبدري في مدخله۔

۳۳/۲

دار المعرفہ بیروت

کتاب الشهادات

لہ فتاویٰ خیرہ

۲۲۶/۱

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

کتاب الصلوة

بحر الرائق

۲۵۳/۴

دار الکتاب العربی بیروت

فصل فی ذکر بعض ما یعتور الحاج فی حجه

لہ و لہ المدخل

قلت وانما اراد سنة الصحابة
 ما عدا المهاجرين، اما المهاجرون
 فقد كانوا عن الإقامة محجورين ،
 فلا يدل قفولهم على استنانه كما لا يخفى .
 ثم ان العبدري نقل عن بعض اكابر
 الاولياء قدست اسرارهم ، ان جاور
 بكة اربعين سنة و لم يبل في الحرم
 و لم يضطجع ، قال فمثل هذا تستحب له
 المجاورة او يومربها و الموضع موضع
 سابع لا موضع خساسة ، فيحرم
 نفسه الربح لقلة الادب الذي
 يصدر منه و قلة الاحترام . قال وقد حكى
 لي السيد الجليل ابو عبد الله القاضى رحمة
 الله تعالى عليه انه احتاج الى قضاء
 حاجة الانسان و هو في المدينة فخرج
 الى موضع من تلك المواضع و عزم ان
 يقضى حاجته فيه فسمعها تفانها
 عن ذلك فقال الحجاج يعملون هذا فاجابه
 الها تفبان قال و اين الحجاج و اين الحجاج
 و اين الحجاج ثلاث مرات ، فخرج من البلد
 حتى قضى حاجة ثم مرجع اهـ .
 ”وقد اطال الكلام فيه الى ان
 قال ثم لو فرض ان المجاور لا يبشر

قلت یہاں امام مالک نے سنت سے
 مراد غیر مہاجرین صحابہ کی سنت لی ہے ، رہے مہاجرین
 صحابہ ، تو ان کے لیے مکہ میں اقامت ممنوع تھی ،
 لہذا ان کا لوٹنا سنت پر دال نہیں جیسا کہ واضح ہے ۔
 پھر شیخ عبد ریی نے بعض اکابر اولیاء قدست اسرارہم
 کے بارے میں یہ بھی نقل کیا کہ وہ چالیس سال مکہ
 میں رہے مگر حرم مکہ میں پیشاب نہ کرتے اور نہ ہی
 وہاں لیٹتے تھے ۔ پھر فرمایا ایسے لوگوں کے لیے مجاورت
 مستحب ہے ، یا انھیں کو اجازت دی جاسکتی ہے
 اور یہ مقام سراپا نفع ہے ، خسارہ نہیں تو قلت ادب
 اور قلت احترام کی بنا پر انسان خود کو نفع سے محروم
 نہ کرے ۔ پھر فرمایا مجھے السید الجلیل ابو عبد اللہ
 القاضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بیان
 کیا گیا کہ انھیں شہر مدینہ میں رفع حاجت کی ضرورت
 پیش آئی تو وہ شہر میں ایک مقام کی طرف گئے اور
 وہاں قضاء حاجت کا ارادہ کیا تو غیب سے آواز
 آئی جو اس عمل سے انھیں منع کر رہی تھی تو انھوں
 نے کہا تمام حجج ایسا کرتے ہیں ، تو جواب میں تین دفعہ
 آواز آئی ، کہاں کے حجج ، کہاں کے حجج ، کہاں
 کے حجج ۔ پھر وہ شہر سے باہر چلے گئے اور رفع
 حاجت کی اور پھر لوٹے اھ
 طویل گفتگو کے بعد لکھتے ہیں کہ بالفرض مجاورت
 کرنے والا کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو ذکر ہو تو اس کے

لہ المدخل فصل فی ذکر بعض ما یعتور الحاج فی حجه دار الکتاب العربی بیروت ۲۵۳/۴

شادی کے بعد عطر کیا کرنا ہے انھوں (اللہ تعالیٰ ہمیں
دارین میں ان کے علوم و فیوض سے بہرہ ور فرمائے)
نے فتح القدر بشرح ہدایہ میں فرمایا: مکہ مکرمہ کی مجاورت
مکروہ ہے یا نہیں، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے،
بعض شوافع نے کہا کہ مختار قول کے مطابق مستحب ہے
لیکن جب غالب گمان ممنوعات کے ارتکاب کا ہو
تو پھر مکروہ ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما
اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ اور
امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاورت مکروہ
ہے۔

میں کہتا ہوں یہاں کراہت سے مراد تحریمی ہے
کیونکہ جب لفظ کراہت مطلقاً ہو تو اس سے یہی مراد
ہوتی ہے، اور محقق کا آئندہ قول بھی اسی پر دلیل ہے
کہ قلیل لوگوں کے حال کو جواز مجاورت کے لیے بطور
قید ذکر نہیں کیا جاتا اھ

آگے لکھا امام ابو حنیفہ نے فرمایا مکہ معظمہ
دارالہجرت نہیں۔ امام مالک سے جب اسی بارے
میں پوچھا گیا تو فرمایا لوگوں کے لیے مناسب یہی ہے
کہ وہ حج ادا کر کے واپس ہو جائیں، اور یہ قول نہایت
محبوب ہے اور یہی احوط ہے کیونکہ اس کے خلاف
کرنے میں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے کیونکہ انسانی
طبیعت یہ ہے کہ بار بار خلاف خواہش کرنے سے اس کا
زندگی میں ملال و پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح

اذلا عطر بعد عروس قال قد سنا الله تعالى
بسرہ الكريم ونفعنا في الدارين بفضلہ،
الفخيم في فتح القدير شرح الهداية
اختلف العلماء في كراهة المجاورة بمكة
وعدمها فذكر بعض الشافعية ان المختار
استجابها الا ان يغلب على ظنه الوقوع في
المحذور وهذا قول ابى يوسف و محمد
رحمهما الله تعالى وذهب ابو حنيفة
ومالك رحمهما الله تعالى الى
كراهتها

قلت والمراد كراهة التحريم
اذ هو المحمل عند الاطلاق وبدليل
قول المحقق فيما سياتي "لا يذكر
حالهم قيدا في جوار
الجواراھ -

(قال) وكان ابو حنيفة يقول انها
ليست بدار هجرة وقال مالك وقد سئل
عن ذلك ما كان الناس يرحلون اليها
الاعلى نية الحج والرجوع وهو اعجب و
هذا احوط لما في خلافه من تعريض
النفس على الخطر اذ طبع الانسان
التبرم والملل من توارده ما يخالف
هواه في المعيشة وزيادة الانبساط للمحل

کثرت کے ساتھ ادب کے منافی ہے بے تکلفی اور بار بار دیکھنے سے ادب و احترام میں کمی واقع ہوتی ہے، اور یہ بھی کہ انسان خطا کا محل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک ارشاد ہے، ہر آدمی محلِ خطا ہے۔

میں کہتا ہوں اسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر آدمی محلِ خطا ہے اور بہتر خطا کار وہ ہیں جو توبہ کر لینے والے ہوتے ہیں اھ

پھر لکھا گناہوں پر سزا بھی کئی گنا ہے

جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اگر یہ روایت صحیح ہے تو بہا ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے حرم میں گناہ نہایت ہی بدبختی اور سخت قابل گرفت جرم ہے جو عقاب و سزا کا مستحق بنا دے گا (آگے چل کر لکھا) ان میں ہر امر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے، اور جب یہ بشری تقاضا ہے تو بچنے کی صورت فقط اس میدان سے نکل جانا ہے اور کوئی بھی ان امور سے بچنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا ماسوائے ان لوگوں کے جو دھوکا میں ہیں، کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں علم نہیں جو صحابی رسول ہیں، محبوب لوگوں میں سے ہیں، اور ان کیلئے حضور کی دعا ہے ہجرت کر کے وہ طائف چلے گئے

بما یجب من الاحترام لما یکثر تکریرہ علیہ و مداومۃ نظرہ الیہ و ایضا الا انسان محل الخطاء کما قال علیہ السلام کل بنی آدم مخطا۔

قلت اخرجہ احمد والترمذی و ابن ماجة والمحاکم عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون اھ

(قال) والمعاصی تضاعف علی ماروی

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان صحیحاً و الا فلا شک انہما فی حرم اللہ الفحش و اغلظ فتنہض سبب الغلظ الموجب و هو العقاب (و ساق الکلام الی ان قال) وکل من ہذا الامور سبب لمقت اللہ تعالیٰ و اذا کان ہذا سبباً للبشر فالسبیل النزوح عن ساحتہ، وقل من یطمئن الی نفسه فی دعویٰ البراءۃ من ہذا الامور، الا وہو فی ذلک مغرور، الا یری الی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم المحببین الیہ المدعولہ کیف اتخذ

۱۰ فتح القدر

۱۱ مسند احمد بن حنبل

کتاب الحج مسائل منشورہ
مروی از انس رضی اللہ عنہ

نوریہ رضویہ سکھ
دار الفکر بیروت

۹۳/۳

۱۹۸/۳

اور فرمایا: ”کہ (طائف کے قریب جگہ کا نام ہے) کے مقام پر پچاس گناہ کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں مکہ میں ایک گناہ کروں۔“

میں کہتا ہوں دُعا سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس دُعا کی طرف اشارہ ہے: ”اے اللہ! ابن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔“ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بھی ہے: ”اے اللہ! ابن عباس کو کتاب کا علم عطا فرما۔“ یہ دونوں دُعائیں بخاری و مسلم میں ہیں۔ فقیہ کی تعریف امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں کی ہے: دنیا سے اعراض کرنے والا، آخرت کا شوق رکھنے والا، اور اپنے عیوب سے آگاہ شخص فقیہ کہلاتا ہے، ایسے لوگ بلاشبہ مجاورتِ مکہ کے اہل ہیں اور اللہ کی قسم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو ان اہل لوگوں میں سے بھی بڑے ہیں، لیکن اکابر ہمیشہ اپنے آپ کو چھوٹا اور عاجز سمجھتے ہیں، غور تو کیجئے کتنا فرق ہے ان میں کہ جو غلطی نہیں کرتا وہ عذاب سے ڈرتا ہے اور جو گناہ سے محفوظ نہیں وہ سلامتی کا دعویٰ کرتا ہے۔“

پھر لکھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ کسی شہر میں عمل سے پہلے محض برائی کے ارادے پر گرفت نہیں مگر مکہ میں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی:

الطائف داراً ، وقال لان اذنب خمسين
ذنباً بؤكبة، وهو موضع بقرب الطائف احب
الى من ان اذنب ذنباً واحداً بمكة۔

قلت يشير بالدعاء الى قوله صلى
الله تعالى عليه وسلم اللهم فقده في
الدين، وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم
اللهم علمه الكتاب، اخرجهما
الشيخان، وانما الفقيه كما قاله
الامام الحسن البصري رحمه الله تعالى
الزاهد في الدنيا الراغب في الآخرة
البصيرة بعيوب نفسه ومثل هذا
يتأهل للجوار لا شك والله قد كان
ابن عباس من اعظم اهله و
لكن الاكابر انفسهم يستصغرون
فانظر الى الفرق، من لا يسئم يخشى
السامة ومن لا يسلم يدعى
السلامة۔

(قال) وعن ابن مسعود رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ما من بلدة یؤاخذ
العبد فیہا بالہمة قبل العمل الامکة و

۹۳/۳	نورید رضویہ سکھ	کتاب الحج مسائل مشورہ	۱ فتح القدیر
۲۶/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب وضع المار عند الخلاء	۲ صحیح بخاری
۱۷/۱	” ” ”	باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللهم علمہ الكتاب	۳ صحیح بخاری

تأهذه الآية ومن يرد فيه بالحد بظلم
تذقه من عذاب اليم ، وقال سعيد
بن المسيب للذي جاء من اهل المدينة
يطلب العلم ارجع الى المدينة ، فانا نسمع
ان ساكن مكة لا يموت حتى يكون الحرم
عنده بمنزلة الحل لما يستحل من
حرمها ، وعن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
خطيئة اصبها بمكة اعز علي من
سبعين خطيئة غيرها نعم افراد
من عباد الله استخلصهم وخلصهم
من مقتضيات الطباع فاولئك هم
اهل الجوار الفائزون بفضيلة من
تضاعف الحسنات والصلوات من غير
ما يحبطها من الخطيئات والسيئات (ثم
سرد احاديث في ذلك)

ثم قال لكن الفائز بهذا مع
السلامة من احباطه اقل القليل فلا
يبني الفقه باعتبارهم ولا يذكر
حالهم قيداً في جواز الجوار لان شان
النفوس الدعوى الكاذبة و
المبادرة الى دعوة الملكة والقدرة
على ما يشترط فيما توجه اليه و
وتطلبه ، وانها لا كذب

اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے تو ہم
اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔ اور حضرت سعید
بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ سے
طلب علم کے لیے مکہ آنے والے سے فرمایا: مدینہ طیبہ
کی طرف واپس چلے جاؤ ہم نے سن رکھا ہے کہ ساکن مکہ
نہیں فوت ہوگا حتیٰ کہ حرم اس کے ہاں بمنزل حل کے
ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اس کی حرمت کا پاس نہیں کرتا۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: مکہ میں کیا
جانے والا گناہ دوسرے مقام کے ستر گناہوں سے
بدتر ہوتا ہے، ہاں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے
ہیں جنہوں نے اپنی طبائع کے تقاضوں کو صاف خالص
کر لیا ہے وہی اس پڑوس و مجاورت کے اہل ہیں وہ
ہی حسنات اور عبادات کے فضیلت و درجات پانے
والے ہیں اور وہ سیئات اور گناہوں سے محفوظ رہتے
ہیں۔ (پھر اس سلسلہ میں احادیث ذکر کیں)

پھر کہا: لیکن گناہوں میں گرنے سے محفوظ سلامتی
کے ساتھ کامیاب ہونے والے بہت ہی کم ہوتے
ہیں اور قلیل لوگوں کے اعتبار سے فقہی حکم کی بنا نہیں ہوتی
اور نہ ہی جواز مجاورت کے لیے ان کے
حال کو بطور قید ذکر کیا جاتا ہے، کیونکہ انسانی
فطرت یہ ہے کہ جھوٹے دعویٰ اور تجربہ کے اعلان میں
پیش رفت کرتے ہوئے اور شرائط پر قدرت کا اظہار
کرتے ہوئے مطلوب کی طرف بڑھتا ہے حالانکہ وہ

اپنی قسموں میں نہایت جھوٹا ہوتا ہے تو اپنے دعویٰ میں وہ کیا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ مدینہ طیبہ میں مجاورت کا بھی یہی حکم ہو اگرچہ یہاں گناہوں پر سزا میں اضافہ یا ان کی شدت مفقود ہے۔

(میں کہتا ہوں، کیونکہ مدینہ طیبہ میں رحمت اکثر، لطف وافر، کرم سب سے وسیع اور عفو سب سے جلدی ہوتا ہے جیسا کہ وہ شاہد و مجرب ہے والحمد للہ رب العالمین، اس کے باوجود) اکتانے کا ڈر اور وہاں کے احترام و توقیر میں قلتِ ادب کا خوف تو موجود ہے اور یہ بھی تو مجاورت سے مانع ہے، ہاں وہ افراد جو فرشتہ صفت ہوں تو ان کا وہاں ٹھہرنا اور فوت ہونا سعادتِ کاملہ ہے اہ اختصاراً آپ نے دیکھا اس جگہ محقق نے کتنی اچھی گفتگو کی، یہ نہایت ہی عمدہ تفصیل ہے، اللہ تعالیٰ انھیں اجر عطا فرمائے، انھوں نے یہ واضح فرمادیا کہ اگرچہ مجاورت کا معاملہ جائز ہے مگر بشرطِ توثیق جو بصورتِ توفیقِ الہی ہی حاصل ہو سکتی ہے جیسا کہ اس پر انھوں نے تصریح کی ہے شرح الباب میں اسی کو صحیح کہا، درمختار میں اسی پر جرم کا اظہار کیا مگر چونکہ اہل توثیق بہت ہی کم ہوتے ہیں اور احکام فقہ کی بنا نادر و قلیل پر نہیں ہوتی بلکہ غالب کثیر پر ہوتی ہے، تو اب مطلقاً منع کہنا ہی بہتر ہے جیسا کہ

ما یكون اذا حلفت فكيف اذا ادعت والله تعالى اعلم وعلى هذا فيجب كون الجوار في المدينة المشرفة كذلك فان تضاعف السيئات او تعاضها وان فقد فيها

قلت وذلك لان الرحمة في المدينة اكثر واللفظ اوفر والكرم اوسع و العفو اسرع كما هو شاهد مجرب والحمد لله رب العالمين ومع ذلك، فمخافة السامة وقلت الادب المفضى الى الاخلال بواجب التوقير والاجلال قائم وهو ايضا مانع الا لافراد ذوى الملكات فان مقامهم وموتهم فيها السعادة الكاملة مختصرا وموضعا وهو كما ترى من الحسن بمكان فقد افاد واجاد اثار به الجواد تبارك و تعالى، وابات ان الامروا ان كان في الواقع على جوار الجوار بشرط التوثيق وهو التوفيق عند التحقيق كما نص عليه وصححه في شرح الباب وجزم به في الدر المختار الا ان اهل التوثيق لما كانوا اقل قليل واحكام الفقہ انما تبنتی علی الغالب اکثر دون النادر اليسير فالوجه هو اطلاق المنع كما

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے، یہی وجہ ہے کہ درمختار پر حواشی لکھنے والے فاضل علماء حلبی، طحاوی پھر شامی سب نے فتح القدر کی عبارت نقل کر کے توثیق کی شرط لگائی اور پھر کہا یہی بہتر ہے لہذا شارح کو چاہئے تھا کہ وہ کراہت پر تصریح کرتا اور توثیق کی قید ترک کر دیتا۔ اہ ابن عابدین نے یہ اضافہ کیا کہ یہ اکثر لوگوں کے حال کے اعتبار خصوصاً اس دور کے حوالے سے ضروری ہے اور اللہ ہی مدد فرمائے والا ہے۔

مجھے علامہ ملا علی قاری کا "مسک المتقسط شرح المنسک المتوسط" میں یہ قول بہت پسند آیا، جیسا مجھے معلوم ہے انہوں نے مذکور گفتگو کی تصحیح کرتے ہوئے کہا اگر یہ ائمہ ہمارے دور میں ہوتے اور ہمارے احوال سے آگاہ ہوتے تو مجاورت کے حرام ہونے کی تصریح کرتے الخ

میں کہتا ہوں اس کی نظیر درمختار میں "عورت کا حمام میں جانا" کے تحت ہے کہ ہمارے دور میں یہ مکروہ ہے کیونکہ بے پردگی ہوتی ہے اور اس سے پہلے فتح میں محقق علی الاطلاق نے بھی یہی لکھا ہے وہ بھی اسی کی مثل ہے جو حافظ علائی نے الدر الملتقی شرح الملتقی میں طالب علم کے وجوب نفقہ کے بارے

ہو مذہب الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ و لذا اخذ الفاضلون المحشون العلامة الحلبي ثم الطحاوي ثم الشامي كلهم في حواشي الدر في اشتراطه التوثيق حيث نقلوا كلام الفتح، ثم قالوا وهو وجيه، فكان ينبغي للشارح ان ينص على الكراهة ويترك التقييد بالتوثيق لانه مراد ابن عابدین ای اعتبار للغالب من حال الناس لا سيما اهل هذا الزمان والله المستعان اه

ولقد اعجبني قول العلامة على القاري في مسك المتقسط شرح المنسك المتوسط مع تصحيحه ما علمت حيث يقول لو كانت الائمة في زماننا وتحقق لهم شاننا لصرحوا بالحرمة الخ -

قلت و نظيرة ما قال في الدر المختار في مسألة دخول المرأة الحمامات في زماننا لا شك في الكراهة لتحقيق كشف العورة اه وقد سبقه الى ذلك المحقق على الاطلاق في الفتح ونحوه ما ذكر العلائي ايضا في الدر المنتقى شرح الملتقى

۱/ ۵۶۲ دار المعرفت بیروت باب الحج باب الهدی
 ۲/ ۲۵۶ دار احیاء التراث العربی بیروت مطلب فی المجاورة بالمدينة الخ دار احیاء التراث العربی بیروت
 ۳/ ۳۵۲ فصل اجموعاً علی افضل البلاد الخ دار الکتاب العربی بیروت مع ارشاد الساری
 ۲/ ۱۷۸ مطبع مجتباتی دہلی باب الاجارة الفاسدة

میں لکھا کہ یہ اس وقت ہے جب اس میں نیکی ہو اور بے راہ روی نہ ہو، جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ اسی لیے صاحبِ نبیہ و قنیہ نے کہا میں عدم و جوب کا فتویٰ دیتا ہوں کیونکہ ان میں بہت کم طلبہ اچھے کردار کے حامل اور علم دین کے حاصل کرنے والے ہیں اور ان میں سے اکثر (ایسے ایسے ہیں اور پھر اپنے دور کے طلبہ کا ذکر کیا، پھر تصکفی نے کہا) جو ان کے خلف ہیں وہ اس دور میں بہت ہی کم ہیں، اور اب مصلح اور مفسد میں فرق مشکل ہو جانے کی وجہ سے ان کے لیے الگ حکم بیان نہیں کیا جاسکتا الخ۔

میں کہتا ہوں اسی قبیل سے سماع کا حرام ہونا ہے خواہ وہ مزامیر کے ساتھ نہ ہو، کیونکہ وہ دل کے جذبات کو ابھارتا ہے، اور اب اکثر لوگ شہواتِ نفسانیہ کے قیدی بن چکے ہیں، لہذا فتنہ کے دروازے کو بند کرنے کے لیے سماع سے منع کرنا ہی درست ہے اگرچہ یہ ایسے کچھ لوگوں کے لیے نافع بھی ہے جو فضائل سے مزین، رذائل سے خالی ہوں اور ان کی نفسانی خواہشات مرچکی ہوں بلکہ ان کی ذوات سرِ پائشروع و خضوع ہو چکی ہوں تو پھر سماع واقعہً نافع ہوتا ہے، اس مسئلہ میں جو طویل نزاع ہے اس سے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے، اولیاء میں سے جس نے سماع سنا اس نے درست کیا اور اس کے لیے خیر بنا، فقہار میں سے جس نے

فی وجوب نفقة طالب العلم ان هذا اذا كان به رشد كما في الخلاصة، ولذا قال صاحب المنية والقنية انا افق بعد مرد جوبها فان قليلا منهم حسن السيرة مشتغلا بالعلم الديني واكثرهم كذا وكذا و ذكر من مساويهم ثم قال اعني الحصكفي) واما من كان بخلافهم فنادر رف هذا الزمان فلا يفر وبالحكم دفعا لهرج التمييز بين المصلح و المفسد الخ۔

قلت ومن هذا القبيل حكمهم بتحريم سماع المجرى عن المزامير فانه يهيج مكا من القلوب واكثر الناس اسارى الشهوات فالوجه المنع سدا لباب الفتنة وان كان نفع شئ في حق رجال تحلوا بافئسائل و تخلوا عن الرذائل وماتت شهواتهم بل فنت ذواتهم فبقى السماع محض الانتفاع وبه انقطع تطويد النزاع فمن فعله من الاولياء فقد اصاب خيرة ومن منعه من الفقهاء فقد اضرال ضيرة فلهم الاجر بما نصحوا

۱ / ۵۰۰ فصل فی نفقة الطفل دار احیاء التراث العربی بیروت

وللقوم الاذن لما صلحوا ولكل
ثواب وبشرى الصواب والحمد
لله رب العالمين باب -

وبالجملة فالحكم عدم جواز الجوار
اصلا في زماننا والعاقلة لا يسعد الا الاحتياط
لنفسه والاحتراز عن سلوك مسالك تفضي
غالباً الى المهالك ومن صدق نفسه فقد
صدق كذوبا وسبى ذلك ولا حول ولا قوة
الا بالله العلي العظيم واذا كان الامر
كما وصف هنالك سقط منشأ السؤال راسا،
اذ تبين ان ليس ما يظنه
خيروا خيرا والله المسئول ان يرزق الخير
وينقى الضير وهو سبحانه وتعالى اعلم و
علمه جل مجدده اتم واحكم
وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وآله
وصحبه وبارك وسلم -

منع کیا تو انھوں نے اس کے نقصانات کا ازالہ کیا ان
کی اس خیر خواہی پر ان کیلئے اجر ہی اجر ہے اور لوگوں کیلئے
اس میں اجازت ہے جو صلا رکھتے ہو اور ہر ایک کیلئے ثواب
اور بشارت ہے دہتی اور حمد رب الارباب کے لیے ہے۔
بالجملہ ہمارے دور میں مجاورت کی قطعاً اجازت
نہیں، عقلمند اپنے لیے فقط احتیاط ہی کی راہ اپناتا ہے،
اور ہر اس راستہ سے اجتناب کرتا ہے جس سے ہلاکت
میں گرنے کا خدشہ ہو، جس نے اپنے نفس کو سچا سمجھا اس
نے جھوٹے کی تصدیق کی اور خود اس کا مشاہدہ بھی کرے گا
برائی سے بچنے اور نیکی بجالانے کی طاقت اللہ تعالیٰ
جو بلند و عظیم ہے کی توفیق کے بغیر نہیں، جب معاملہ یہ
ہے جو یہاں بیان ہوا تو اب سرے سے سوال ہی ختم
ہو گیا کیونکہ جس شے کو سائل نے خیر تصور کیا تھا وہ خیر
ہی نہیں، اللہ ہی سے دعا ہے وہ خیر کی توفیق دے
اور نقصان سے بچائے اور وہی مقدس و اعلم ہے اس کا
علم کامل و اکمل ہے، اس کے رسول اور ہمارے آقا
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو
اور آپ کے آل و اصحاب پر بھی۔ (ت)